38

بشاشت اور خوشی سے قربانی میں بڑھتے چلے جائیں

(فرمودہ ۶ نومبر ۱۹۲۵ء)

تشہد، تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون○ و ما تنفقوا من شئی فان اللہ بہ علیم○ (آل عمران ۹۳)

میرا منشاء تو آج اسی مضمون کے متعلق تقریر کرنے کا تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلامؑ کے کاموں کے متعلق شروع کیا ہوا ہے لیکن ابھی ابھی راستے میں آتے ہوئے مجھے ایک کارکن کی طرف سے جس کے سپرد سالانہ جلسہ کا انتظام ہے۔ ایک رقعہ ملا ہے جس میں لکھا ہے چونکہ وقت بہت گزر گیا ہے اور اس سال بعض وجوہ سے سالانہ جلسہ کی تحریک کے لئے موقع نہیں ملا۔ اس لئے آپ خطبہ جمعہ میں اس کے لئے تحریک کریں تاکہ کام جلد شروع ہو جائے۔ اور تمام سامان وقت پر جمع کیا جا سکے۔ پس میں نے اس کو ضروری سمجھ کر آج پھر مضمون بدل ڈالا ہے۔ چونکہ جلسہ کا موقع نہایت ہی قریب آگیا ہے اور اتنے عرصہ میں سامان کا جمع کرنا بھی ناممکن اور مشکل ہے اور یہاں ابھی روپے کا ہی سوال درپیش ہے۔ اس لئے میں بہت ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کے متعلق میں دوستوں کو تحریک کروں۔ کیونکہ آج اگر کوئی تحریک مقدم ہے تو سالانہ جلسہ کی تحریک ہے۔ اس لئے میں آج اسی تحریک کے متعلق بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جو اس وقت دوسری سب تحریکوں سے مقدم ہے۔

جلسہ سالانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقرر کردہ ہے اور آپؑ نے نہایت ہی زور سے اس میں شامل ہونے کی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام متواتر اور بار بار توجہ دلایا کرتے تھے کہ اس میں تمام احمدیوں کو آنا چاہیے۔ کیونکہ اس میں آنے سے بہت سے روحانی فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ یہ حضرت صاحب کی اس توجہ دلانے کا ہی نتیجہ ہے کہ ہمارے

جلسہ میں کثرت سے لوگ آتے ہیں۔

پس جو کثرت لوگوں کی ہمارے جلسہ میں ہوتی ہے۔ وہ دوسرے لوگوں کے باقاعدہ جلسوں میں نہیں ہوتی۔ البتہ میلوں وغیرہ میں ہو جاتی ہے۔ یا پیروں کے عرس پر ہوتی ہے۔ مگر عرس بھی تو میلے ہی ہیں کیونکہ وہاں وعظ و نصیحت نہیں ہوتی بلکہ میلوں کی طرح وہاں بھی راگ رنگ اور ناچ گانا ہوتا ہے۔ جسے لوگ سن کر واپس چلے جاتے ہیں۔ ایسے موقعوں پر لوگوں کی کثرت ہو جاتی ہے لیکن کسی باقاعدہ جلسہ میں لوگوں کی اس قدر کثرت نہیں ہوتی جس قدر خدا کے فضل سے ہمارے جلسہ پر ہو جاتی ہے۔

ان میلوں اور عرسوں پر نسبتاً" زیادہ لوگ آتے ہیں مگر کثرت انہیں لوگوں کی ہوتی ہے جو قریب کے ہوتے ہیں لیکن برخلاف اس کے ہمارے جلسہ میں دور دور کے علاقوں سے لوگ آتے ہیں۔ اور اس کثرت سے آتے ہیں کہ ان کی تعداد نو دس ہزار تک پہنچ جاتی ہے اور اگر نزدیک کے لوگوں کو بھی شامل کر دیا جائے تو جلسہ کی حاضری بارہ بلکہ چودہ ہزار تک پہنچ جاتی ہے اور اگر قادیان کے رہنے والے لوگوں کو بھی شامل کر دیا جائے تو تعداد اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

پس جس کثرت کے ساتھ ہمارے جلسہ پر لوگ آتے ہیں۔ وہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے اور ایسی کامیابی ہے کہ جس کا مقابلہ کوئی اور جلسہ نہیں کر سکتا۔ حتیٰ کہ اگر بعض جلسوں کی استثناء کر دی جائے تو کانگرس کے جلسے بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کانگرس کے جلسوں میں لوگ کثرت سے جاتے ہیں مگر پھر بھی ان میں جانے والوں کی تعداد اس حد تک نہیں پہنچتی جس حد تک ہمارے جلسوں میں پہنچ جاتی ہے۔ ہمارے جلسہ کی کثرت اس توجہ کا نتیجہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلسہ کی طرف تھی۔ حضرت صاحب نے اس جلسہ کی بنیاد رکھی اور بار بار لوگوں کو اس میں آنے کے لئے توجہ دلائی اور دعائیں بھی کیں۔ آخر یہ جلسہ بارونق ہوا اور ہر سال اس کی رونق بڑھتی چلی جاتی ہے اور لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ مگر آدمیوں کی کثرت کے ساتھ اخراجات کی کثرت لازم ہے جوں جوں جلسہ پر آنے والوں کی تعداد بڑھتی چلی جائے گی۔ اخراجات میں بھی زیادتی ہوتی چلی جائے گی اور یہ سب خرچ جماعت ہی نے اٹھانا ہے۔ اگر جماعت اس کی طرف سے سستی کرے تو پھر ان اخراجات کے پورا کرنے میں کئی طرح کی مشکلات پیش آسکتی ہیں۔ پس جیسے جیسے ان لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جائے جو جلسہ پر آتے ہیں۔ ویسے ویسے جماعت کو بھی جلسہ کے زیادہ اخراجات برداشت کرنے کے لئے تیار ہونا چاہیے اور زیادہ سے زیادہ ایثار کے لئے آمادگی پیدا کرنی

چاہیے۔ آدمی اگر زیادہ آنے شروع ہو جائیں اور جماعت کے لوگ اس طرف توجہ کرنا چھوڑ دیں اور بجائے قربانیوں میں ترقی کرنے کے کمی پیدا کرلیں تو نتیجہ یہ ہو گا کہ آنے والوں کو تکلیف پہنچے گی اور پھر جلسہ پر آنے والے کم ہو جائیں گے۔ جس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم کام کی اس بنیاد کو اکھیڑنے والے ہونگے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنے ہاتھوں رکھی اور خدانخواستہ ایسا ہو تو وہ دن ہمارے لئے سخت افسوس کا دن ہوگا۔ جب کہ ہماری وجہ سے لوگ جلسہ میں آنا چھوڑ دیں۔ پس میں دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ جلسہ پر آنے والوں کی کثرت کو دیکھ کر اور اخراجات کے اضافہ سے آگاہ ہو کر اپنی قربانیوں کو بھی بڑھائیں کیونکہ آنے والوں کی کثرت کے ساتھ ساتھ اخراجات میں بھی کثرت ہو رہی ہے۔

یہ مشکل ہے کہ دوسرے صیغوں سے لے کر ادھر خرچ کرلیا جائے۔ اول تو دوسرے صیغوں میں اتنی گنجائش نہیں کہ ان سے روپیہ نکال کر جلسہ پر خرچ کیا جائے۔ لیکن اگر ایسا کرلیا جائے تو کارکنوں کو بھی تکلیف پہنچے گی۔ اور دوسرے کاموں میں بھی حرج واقع ہوگا۔ کارکنوں کا تو یہ حال ہے کہ ان کو دو دو تین ماہ کی پہلے ہی تنخواہیں نہیں ملیں اور اب اگر یہ کیا جائے کہ بعض دوسرے صیغوں سے روپیہ نکال کر جلسہ پر خرچ کرلیا جائے تو اس سے دوسرے کاموں کا بھی نقصان ہوگا اور کارکنوں کو چار چار ماہ کی تنخواہیں نہ مل سکیں گی۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ جلسہ کا بار جلسہ پر ہی پڑے۔ تا کہ دوسرے کاموں کو نقصان نہ پہنچے۔ پس میں آج دوستوں کو اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ وہ جلسہ کے اخراجات بہت جلد مہیا کردیں۔

میں نے ابھی جو آیت پڑھی ہے وہ اپنے مضمون میں اس قدر صاف اور اس قدر واضح اور اس قدر روشن ہے کہ ادنیٰ سے تامل سے بھی ایک شخص اس کی حقیقت کو سمجھ سکتا ہے۔ اس آیت کا مطلب بالکل روشن ہے۔ اس میں "بر" کو پانے کے لئے یعنی نیکی حاصل کرنے کے لئے ان چیزوں کی قربانی کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ جو سب سے زیادہ پیاری ہوں اور ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔ پس میں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ ایک شخص جو "بر" کو پانا چاہتا ہے۔ ایک ایسے دینی کام کے لئے جس کی ضرورت ہر طرح مسلم ہو۔ کس طرح مال خرچ کرنے سے ہاتھ کھینچ سکتا ہے اور کیونکر گوارا کر سکتا ہے کہ وہ اپنی پیاری شے کو اس کے لئے قربان نہ کردے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون**۔ تم اپنا ایک مقصد بیان کرتے ہو اور اس کے حصول کے لئے کوشش کرتے ہو۔ نماز پڑھتے ہو۔ زکوٰۃ دیتے ہو۔ صدقہ و خیرات کرتے ہو۔

حج کرتے ہو۔ روزہ رکھتے ہو۔ جہاد کرتے ہو۔ لوگوں کے ساتھ اخلاق فاضلہ سے پیش آتے ہو اور اس کے سوا اور ذرائع سے بھی ایک مقصد حاصل کرنے کے لئے کوشش کرتے ہو۔ وہ مقصد کیا ہے؟ وہ "بر" ہے۔ "بر" نیکی کے اس مقام کو کہتے ہیں کہ جہاں سے گرنے کا خطرہ نہ رہے۔ گویا اس مقام پر پہنچ کر ایک شخص چاروں طرف سے نیکی کے اندر گھر جاتا ہے اور پھر اسے گرنے کا خوف نہیں رہتا۔ دیکھو اگر کوئی شخص سیڑھی کے نچلے درجہ پر ہو تو اس کے گرنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر ایسی جگہ ہو کہ اس کے آگے بھی آدمی کھڑے ہوں اور پیچھے بھی تو وہ نہیں گر سکتا۔ کیونکہ پچھلے آدمی اسے سہارا دیئے کھڑے ہوتے ہیں۔

پس "بر" اس مقام نیکی کو کہتے ہیں۔ جو وسیع ہے اور جس میں گرنے کا خوف نہیں ہوتا۔ جو "بار" ہوتا ہے۔ اس کے دائیں بائیں آگے پیچھے۔ نیچے اوپر نیکیاں ہی نیکیاں ہوتی ہیں اور وہ نیکیوں میں پورے طور پر گھرا ہوتا ہے۔ اسلئے اس کا گرنا ناممکن اور محال ہو جاتا ہے۔ **لن تنالوا البر** میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اس مقام پر پہنچنے کے لئے جس میں کثیر حصہ نیکی کا مل جاتا ہے اور ایک شخص کے تباہ ہونے کا خدشہ نہیں رہتا۔ قربانی کی بھی ضرورت ہے کیونکہ ایسا مقام جس پر پہنچ کر ایک شخص بالکل محفوظ ہو جاتا ہے۔ یونہی نہیں مل جاتا بلکہ اس کے لئے بعض ایسی چیزوں کو قربان کرنا پڑتا ہے جن سے اسے پیار ہوتا ہے اور وہ انہیں اپنے سے جدا کرنا نہیں چاہتا۔ **حتی تنفقوا مما تحبون** میں خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ قربانی جو "بر" کے پانے کے لئے تمہیں کرنی چاہیے یہ ہے کہ محبت والی چیزوں کو قربان کر دو۔ اور جن چیزوں کے ساتھ تمہیں پیار ہو۔ انہیں خدا کی رضا کے لئے اس کے ہی راہ میں خرچ کر ڈالو۔ اگر تم ایسا کرو گے۔ تو "بر" کو پا لو گے۔ کیونکہ "بر" کے پانے کا یہی ایک ذریعہ ہے کہ اپنی پیاری چیزوں اور محبت والی اشیاء کو قربان کر دو۔

کیا عجیب بات ہے کہ خدا کی محبت کے حصول کے لئے جو "بر" کا اصل مقصد ہے۔ ایسی قربانی طلب کی گئی ہو جو خدا کی محبت کو جذب کرنے والی ہے مگر باوجود اس کے اس کا درجہ سب سے آخیر پر ہے۔ انسان کی خدا کے ساتھ محبت یہی ہے کہ وہ خدا کے قریب ہو جائے مگر یہ محبت پیدا ہوتے ہی بچہ میں نہیں پیدا ہو جاتی۔ بلکہ بڑے ہو کر اس کے اندر پیدا ہوتی ہے اور مختلف محبتوں کے بعد اس کے دل میں یہ محبت پیدا ہوتی ہے۔

غور کر کے دیکھ لو دنیا کی ہر چیز میں محبت رکھی گئی ہے۔ ایک انسان اگر کہیں کھڑا ہو کر غور کرے۔ تو اسے معلوم ہو۔ اس کے دائیں جو چیزیں ہیں ان میں بھی محبت رکھی گئی ہے اور اس کے

بائیں جو چیزیں ہیں ان میں بھی محبت رکھی گئی ہے اس کے آگے جو چیزیں ہیں - ان میں بھی محبت رکھی گئی ہے اور اس کے پیچھے جو چیزیں ہیں۔ ان میں بھی محبت رکھی گئی ہے اور خود اس کی پرورش میں محبت رکھی گئی ہے۔ پھر نیچر کے ہر ذرہ میں محبت رکھی گئی ہے۔ پھر حیوانوں میں بھی محبت ہے۔ جمادات میں بھی محبت ہے۔ نباتات میں بھی محبت ہے۔ غرض ہر چیز میں محبت ہے اور ایک انسان خدا کی محبت سے پہلے اور بہت سی چیزوں سے محبت کرتا ہے۔ دنیا میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں۔ جن سے وہ پیدا ہوتے ہی محبت کرتا ہے مگر خدا کی محبت اس کے اندر اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ شعور پاتا ہے۔

نیچر میں جو محبت ہے۔ حیوانات میں جو محبت ہے۔ نباتات میں جو محبت ہے۔ جمادات میں جو محبت ہے اور اور چیزوں میں جو محبت ہے ان سب کی غرض صرف یہی ہے کہ انسان میں وہ محبت قائم رہے۔ جو خدا تعالیٰ کی ذات کے لئے شروع سے ہی اس کے اندر بطور بیج رکھی گئی ہے۔ یہ چیزیں چونکہ انسان کے لئے غذا بہم پہنچاتی ہے اور دنیا میں آنے کے بعد انسان نے ان سے غذائیں لینی ہوتی ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ان میں بھی محبت رکھ دی تاکہ انسان کے دل میں جو محبت رکھی گئی ہے۔ ایسی غذائیں کھانے سے اس کی نشوونما بھی ہوتی جائے اگر ان چیزوں میں محبت نہ ہوتی تو انسان اپنی پہلی محبت کو ضائع کرلیتا۔ پس ان سب چیزوں میں جو محبت رکھی گئی ہے۔ وہ اس لئے ہے کہ انسان کی غذائیں بھی محبت سے ہوں اور خدا تعالیٰ کی محبت کا وہ بیج جو ایک انسان کے قلب میں رکھا گیا ہے نشوونما پاتا چلا جائے۔ پس لن تنالوا البر میں جس "بر" کا ذکر ہے اس "بر" کے مقام تک نہیں پہنچ سکتے جب تک خدا کے ساتھ محبت کرنے کے لئے ان چیزوں کو کہ جن کے ساتھ محبت کرتے ہو قربان نہ کردی جائیں۔

انسان کے لئے سب سے پہلی محبت تو اپنے نفس کی ہی محبت ہے۔ جس کی خاطر پیدا ہوتے ہی وہ غذا کے لئے تڑپتا ہے۔ اسے اس وقت اور کسی بات کی ہوش نہیں ہوتی۔ وہ ماں باپ تک کو نہیں جانتا لیکن غذا مانگتا ہے جو کہ اس کی زندگی کے لئے ضروری ہوتی ہے اور یہ اس کی اس محبت کا ثبوت ہوتا ہے جو اسے اپنی ذات سے ہوتی ہے۔ پھر دوسری محبت بچہ کو ماں سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ اس سے اسے غذا ملتی ہے۔ جوں جوں اسے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے اسے غذا ملتی ہے۔ توں توں وہ ماں سے زیادہ محبت کرتا جاتا ہے۔ پھر تیسری محبت باپ سے ہوتی ہے۔ جیسے جیسے بچہ کو سمجھ آتی ہے کہ میرا باپ میری ماں کی زندگی کے قیام کا مددگار ہے۔ وہ کماتا ہے اور وہ کھاتی ہے اور کپڑے

پہنچتی ہے تو وہ اس سے بھی محبت کرنے لگتا ہے۔ اس وقت بچہ یہ نہیں جانتا کہ میری پیدائش میں بھی اس کا دخل ہے لیکن وہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ پھر اسی طرح اور چیزوں سے بھی محبت کرتا ہے اور پھر جب عمر بڑھتی جاتی ہے اور وہ جوان بالغ، باشعور ہوتا ہے۔ تب جا کر اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے اندر بڑھنے لگتی ہے۔

مگر خدا تعالیٰ کی محبت سے پہلے جو محبتیں انسان کے اندر پیدا ہوتی ہیں۔ وہ جب تک خدا تعالیٰ کی محبت کے لئے کاٹی نہ جائیں۔ تب تک خدا کی محبت بڑھ نہیں سکتی اور جب تک یہ محبتیں جو ایک درخت کی مانند انسان کے اندر ہو جاتی ہیں۔ قربان نہ کر دی جائیں۔ تب تک خدا تعالیٰ کی وہ محبت جو ابھی ایک ننھے سے پودے کی طرح ہوتی ہے بڑھتی نہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ یہ محبتیں بھی انسان قربان نہ کرے اور خدا تعالیٰ کی محبت صادق بھی اس کے اندر ہو۔ دیکھو ایک چھوٹا پودا اگر سایہ دار درختوں کے نیچے ہو۔ تو وہ بڑھتا نہیں۔ بلکہ اس سایہ کے نیچے خشک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بڑے درخت زمین سے اس قدر غذا لے لیتے ہیں کہ چھوٹا پودا کچھ نہیں لے سکتا۔ چھوٹے پودے میں چونکہ ابھی اتنی قوت جاذبہ پیدا نہیں ہوئی ہوتی - اس لئے وہ زمین سے غذا نہیں لے سکتا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خشک ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے دو ہی صورتیں ہوتی ہیں۔ بڑے درختوں میں سے بعض کی شاخیں کاٹی چھانٹی جائیں تاکہ سورج کی روشنی چھوٹے پودے تک بھی پہنچ سکے اور بعض درختوں کو اکھیڑ دیا جائے تاکہ وہ پودا جس کی حفاظت کی ضرورت ہے زمین سے غذا پا سکے۔ اگر بڑے بڑے درخت کاٹے چھانٹے نہ جائیں اور اگر ان میں سے بعض درختوں کو اکھیڑا نہ جائے۔ تو وہ پودا جو ابھی چھوٹا ہوتا ہے بڑھ نہیں سکتا بلکہ مرجھا جاتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی محبت ہے اور یہ محبت ایک انسان میں جب کہ وہ باشعور ہو جاتا ہے۔ ایک پودے کی مانند ہوتی ہے۔ اس لئے جب تک وہ محبتیں جو ایک درخت کی مانند انسان کے اندر جگہ پکڑ چکی ہیں کاٹی چھانٹی نہ جائیں اور اکھیڑ کے پرے نہ پھینک دی جائیں۔ تب تک خدا کی محبت پورا پورا نشوونما نہیں پا سکتی۔ پس جس طرح ایک مالی ایک ضروری پودے کے لئے اگر اس کی ضرورت پڑے تو دس بیس درختوں کو اکھیڑ دیتا ہے۔ اسی طرح خدا کی محبت کے ضروری پودے کے لئے دوسری محبتوں میں سے جن کے قربان کرنے کی ضرورت ہو۔ قربان کی جائیں تو خدا تعالیٰ کی محبت بڑھ سکتی ہے اور **لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون** میں خدا تعالیٰ یہی فرماتا ہے کہ جب تک محبت والی چیزوں کو قربان نہ کر دو گے اور وہ مال جو اس راستے میں روک ہو خدا کے راستے میں لٹا نہ دو گے "بر" نہیں پا سکتے۔ اور اس مقام پر نہیں پہنچ

سکتے جس پر پہنچ کر پھر گرنے کا خطرہ نہیں ہوتا۔

وہ کون سی محبت والی چیزیں ہیں جن کو قربان کرنا چاہیے۔ وہ وہی ہیں جو دین کے راستہ میں روک ہوں اور ان میں سب سے بڑھ کر مال ہے جو سب سے زیادہ روک ڈالتا ہے۔ پس وہ مال جو دین کے کام نہیں آتا۔ اسی کی قربانی کی ضرورت ہے۔ جس طرح باغبان ان درختوں کو کاٹ دیتے ہیں جو ایک ضروری پودے کے نشوونما میں روک ہوتے ہیں۔ اسی طرح وہ مال بھی جو دین کے کام نہیں آتا اور خدا کی محبت کو دلوں میں پیدا نہیں ہونے دیتا۔ خدا کی محبت کے پودے کے نشوونما کے لئے قربان کرنا چاہیے۔ پس ایسا مال جو دین کے راستے اور خدا کی محبت پیدا کرنے اور بڑھانے میں روک ہے خرچ کرنے کے قابل ہے اور اسی کی قربانی کی ضرورت ہے۔ یہ مال اسی لئے روک ہوتا ہے کہ انسان کو پیارا ہوتا ہے اور وہ نہیں چاہتا کہ اسے خرچ کرے مگر خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اسی کو خرچ کیا جائے۔ کیونکہ اس کے بغیر "بر" نہیں پا سکتے۔ پس اگر وہ مال جو تمہارے پاس ہے۔ اس میں سے دین کے کام بھی آتا ہے اور خدا کی راہ میں بھی خرچ ہوتا ہے۔ تو پھر تمہارے لئے حلال اور طیب ہے اور تمہارے لئے فائدہ بخش ہے۔ لیکن اگر دین کے کام نہیں آتا اور خدا کی محبت کے راستہ میں روک ہو رہا ہے۔ تو پھر تمہارے لئے فائدہ مند نہیں ہو سکتا۔ **مما تحبون** میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا ہے۔ کہ ایسے مال کی اس حد تک قربانی کا مطالبہ کیا جاتا ہے جس حد تک وہ دین کے کام نہیں آتا اور اس کی راہ میں روک ہے۔

پس دینی ضروریات پر چوکس رہنا فرض ہے کیونکہ اگر ان کی طرف سے غفلت کی جائے تو انسان کے دل میں خدا کی محبت نہیں پیدا ہو سکتی اور اگر کوئی شخص ان ضرورتوں کو دیکھ کر بھی ان کے پورا کرنے کے لئے کوشش نہیں کرتا۔ تو وہ خدا کی محبت کے پودا کی حفاظت نہیں کرتا۔ جو اس کے اندر ہے اور اسے اپنے ہاتھ سے ضائع کرتا ہے اور ایسا شخص خود بھی محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اور جس کے لئے وہ اس پودے کی حفاظت سے غافل ہو جاتا ہے اور مال کو دین کے کام میں خرچ کرنے سے رکتا ہے وہ مال اس کے لئے وبال جان ہو جاتا ہے۔

ایسے شخص کا دل خدا تعالیٰ کی محبت سے خالی رہتا ہے نہ دین کے کاموں کے ساتھ اسے محبت رہتی ہے اور نہ ہی خدا کی راہ میں اپنی پیاری چیزوں کو قربان کرنے کی توفیق پاتا ہے۔ پس ایسے شخص کا کوئی حق نہیں کہ وہ کہے کہ خدا کی محبت اس کے دل میں پیدا نہیں ہوتی۔ خدا کی محبت پیدا کیونکر ہو جبکہ وہ ان کاموں کو کرتا ہی نہیں جو خدا کی محبت کو پیدا کرنے والے ہیں۔ وہ اپنی پیاری چیزوں کو

قربان نہیں کرتا۔ وہ اپنے مال کو دین کی راہ میں خرچ نہیں کرتا۔ وہ ان مختلف محبتوں کو قطع نہیں کرتا۔ جو اس محبت کی حفاظت اور قیام کے لئے جو خدا کی محبت کہلاتی ہے۔ اس میں پیدا کی گئی تھیں۔ وہ ان بڑے بڑے درختوں کو اکھیڑتا نہیں۔ جو دوسری چیزوں کی محبتوں کے اس کے اندر پیدا ہوگئے اور اس پودے کی حفاظت اور نشوونما کے لئے کوئی کوشش نہیں کرتا جو خدا کی محبت کا پودا ہوتا ہے۔ پھر خدا کی محبت پیدا ہو تو کس طرح۔ خدا کی محبت اس طرح پیدا نہیں ہوتی کہ انسان اپنی پیاری اور محبوب چیزوں کو قربان نہ کرے۔ بلکہ اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ اس ایک محبت کے لئے وہ سب کچھ ترک کردے۔ اس کے لئے جن محبتوں کو نکالنے کی ضرورت ہو ان کو دل سے نکال دے اور جن پیاری چیزوں کو دین کی راہ میں خرچ کرنے کی ضرورت ہو۔ انہیں خرچ کردے۔

ایسے لوگ شکایت تو کرتے ہیں کہ خدا کی محبت دلوں میں پیدا نہیں ہوتی مگر ان کی شکایت بالکل بے جا ہوتی ہے کیونکہ وہ ان باتوں پر عمل نہیں کرتے جو محبت پیدا کرنے والی ہیں اور شکایت کرتے ہیں کہ خدا کی محبت پیدا نہیں ہوتی۔ ان کی شکایت درست تب ہو۔ جب وہ ان کاموں کو کریں۔ جو محبت الٰہی پیدا کرنے والے ہیں۔ اور پھر خدا کی محبت ان میں پیدا نہ ہو۔ ایسے آدمی بھی ہیں جو خدا کی محبت کے متلاشی ہیں اور جو اس "بر" کو پانا چاہتے ہیں۔ جس پر پہنچ کر ایک انسان نیکیوں ہی نیکیوں میں گھر جاتا ہے۔ میں ایسے لوگوں کو مخاطب کرتا ہوں کہ خدا کی محبت کو پانے اور مقام "بر" تک پہنچنے کے واسطے تمہارے لئے ایک ہی راستہ ہے کہ تم ہر اس چیز کو جو خدا کی محبت کے رستہ میں روک ہوتی ہو راہ سے کاٹ دو اور اس مال کو جو اپنی محبت کے سبب خدا کی محبت سے دور کھینچتا ہے قربان کر دو۔ اگر تم ایسا کرسکو تو پھر تمہارے "بر" حاصل کرنے میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا۔

ہماری جماعت میں ہر جگہ ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو مال کو قربان کرکے خدا کی محبت کو پاتے اور مقام "بر" تک پہنچنے کے لئے تڑپ رکھتے ہیں۔ پس میں ان کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ کارکنوں کی مدد ایسے طور پر کریں کہ نومبر کے اندر ہی اندر جلسہ کا تمام ضروری سامان مہیا ہو جائے اور دیر نہ لگے کیونکہ دیر لگنے کی صورت میں تکلیف کے سوا نقصان بھی ہے۔

جہاں میں باہر کی جماعتوں کو یہ تاکید کرتا ہوں کہ وہ جلد از جلد جلسے کے لئے ضروری چیزیں بہم پہنچائیں۔ وہاں میں قادیان کی جماعت سے بھی کہتا ہوں کہ وہ بھی اپنے فرض کو پہچانے۔ اس کی حیثیت ایک میزبان کی ہے اور میزبان مہمان کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔

پس تم بھی مہمانوں کے لئے وہ سب کچھ کرو جو ان کی مہمانی کے لئے ضروری ہے اور یہ بات بھول نہ جاؤ کہ اہل قادیان کے ذمہ باہر کے لوگوں کی مہمان نوازی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وقت باہر سے آنے والوں کی مہمان نوازی مدینہ کے لوگوں کے ذمہ ہوتی تھی۔ اب قادیان والوں کے ذمہ ہے اور در حقیقت جلسہ سالانہ کا خرچ قادیان میں رہنے والوں کے ذمہ ہے لیکن اس بات کو دیکھ کر کہ قادیان کی جماعت ابھی کمزور ہے یہ بوجھ دوسروں پر ڈالا جاتا ہے۔ ورنہ سنت رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھ کر یہ کہنا چاہیے کہ یہ کام قادیان والوں کا ہی ہے اور قادیان والوں کو ہی کرنا چاہیے۔ پس سب سے زیادہ قادیان والوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہیے۔

تقریبا" پندرہ ہزار روپے کے خرچ کا جلسہ سالانہ کے لئے اندازہ لگایا گیا ہے مگر میرے نزدیک سولہ ہزار سے بھی زائد خرچ ہوگا۔ اندازے عموماً غلط ہو جاتے ہیں اور ان میں کمی بیشی کی ضرورت پیدا ہو جاتی ہے۔ سو اگرچہ میرا خیال تو یہ ہے کہ اس اندازہ سے زیادہ روپیہ خرچ ہوگا۔ مگر پھر بھی میں اسے سولہ ہزار ہی سمجھ لیتا ہوں۔

پس اس سولہ ہزار میں سے کم از کم چار ہزار قادیان والوں کو دینا چاہیے اور چار ہزار روپیہ آٹے کی قیمت کا اندازہ ہے۔ قادیاں والوں کو چاہیے کہ آٹا بہم پہنچا کر ضیافت کا فرض ادا کریں۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے دراصل قادیان والوں کے ذمے تو یہ تھا کہ وہ سب اخراجات برداشت کر کے ضیافت کا حق ادا کرتے لیکن چونکہ وہ ابھی کمزور ہیں۔ اس لئے چار ہزار آٹے کی رقم ان کے ذمے ڈالی جاتی ہے اور بقیہ بارہ ہزار باہر کی جماعتوں کے لئے چھوڑا جاتا ہے۔ پس قادیان والوں کو چاہیے کہ وہ اپنے اس فرض کو پہچانیں اور ابھی باہر کی جماعتوں میں یہ تحریک پہنچنے بھی نہ پائے کہ وہ اس رقم کو فراہم کر دیں۔

رسول کریم ﷺ کے عہد کا ایک واقعہ حدیثوں میں بیان ہوا ہے۔ ایک دفعہ بہت سے مہمان آپؐ کے پاس آئے۔ چونکہ آپؐ کے پاس ان کی مہمان نوازی کے لئے کافی سامان نہ تھا۔ اس لئے آپؐ نے اعلان فرمایا۔ کون لوگ ہیں جو ان کو اپنے اپنے گھروں میں لے جائیں۔ اس پر بہت سے لوگ مہمانوں کو اپنے گھروں میں لے گئے۔ ان میں سے ایک ایسا صحابی بھی تھا جو بہت غریب تھا۔ وہ بھی ایک مہمان کو لے گیا۔ لیکن جب وہ گھر پہنچا تو بیوی سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ صرف دو روٹیاں ہیں اور کچھ نہیں اور بچے بھوکے ہیں۔ اس پر اس نے کہا۔ کسی طرح بچوں کو سلا دو تاکہ روٹی نہ مانگیں اور ہم یہی روٹیاں مہمان کے آگے رکھ دیں گے۔ بچے تو بھوکے ہی سلا دیئے

گئے۔ مگر پھر اسے خیال آیا کہ مہمان کہے گا تم بھی میرے ساتھ کھاؤ۔ اس پر بیوی نے کہا جب کھانا کھانے لگو تو مجھے کہنا چراغ اونچا کرو۔ میں بتی اونچی کرتے ہوئے اسے بجھا دوں گی اور پھر کہیں گے جلانے کا سامان نہیں ہے اس لئے مجبوری ہے۔ اس زمانے میں دیا سلائی نہیں ہوتی تھی اور لوگ آگ وغیرہ سلگا کر چراغ روشن کیا کرتے تھے۔ جب کھانا رکھا گیا تو مہمان نے کہا آؤ تم بھی کھاؤ اس پر چراغ بجھا دیا گیا اور وہ ساتھ بیٹھ کر یونہی پچاکے مارنے لگے اور مہمان نے دونوں روٹیاں کھالیں۔

صبح جب وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ تو آپؐ رات کے واقعہ کا ذکر کرکے ہنسے اور فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ میں کیوں ہنسا؟ مجھے خدا تعالیٰ نے یہ سارا واقعہ بتایا۔ اور خدا بھی اس پر ہنسا۔ خدا کا ہنسنا اس کی خوشی کا اظہار ہوتا ہے۔ چونکہ خدا اس پر ہنسا اس لئے میں بھی ہنستا ہوں [1]

تو رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے زمانہ میں مہمان نوازی کے لئے اس حد تک کوشش کی جاتی تھی۔ اسے مدنظر رکھ کر جلسہ سالانہ پر آنے والوں کی مہمانی کے لئے تم بھی تیار ہو جاؤ۔ قادیان اور گردو نواح کے لوگوں کو جلسہ کا خرچ ادا کرنا چاہیے گو ابھی یہ حالت نہیں پہنچی۔ مگر اس کی امید رکھنی چاہیے انشاء اللہ تعالیٰ وہ دن آ جائیں گے کہ قادیان اور اس کے قرب و جوار کے لوگ اس خرچ کو برداشت کر سکیں گے۔

یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ جماعت دن بدن مالی قربانی میں ترقی کر رہی ہے۔ ایک وقت تھا جب آمدنی پر ایک پیسہ فی روپیہ دینا بھی بڑی بات سمجھی جاتی تھی۔ مگر یہ ابتدائی حالت تھی۔ پھر دو پیسے فی روپیہ چندہ رکھا گیا۔ پھر ایک آنہ فی روپیہ اور اب یہ تحریک ہو رہی ہے کہ اس سے بھی بڑھایا جائے۔ کیونکہ بجٹ پورا نہیں ہوتا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جماعت مالی قربانیاں کرنے میں ترقی کر رہی ہے۔ اب تو خدا کے فضل سے ایک حصہ ایسا بھی جماعت کا ہے۔ جو بہت بڑھ چڑھ کر قربانیاں کر رہا ہے۔ صحابہ کرام مالی اور جانی دونوں قسم کی قربانیاں کرتے تھے۔ اور قربانیاں کرتے ہوئے ایک لذت اور سرور محسوس کیا کرتے تھے۔ یہی حال ہمارا بھی ہونا چاہیے ہم قربانیاں کریں لیکن دل میں تنگی اور پریشانی پیدا نہ ہو۔ بلکہ ایک قربانی کے بعد دوسری قربانی کے لئے حرص پیدا ہو اور ہر قربانی آئندہ کی قربانیوں پر آمادہ کرنے والی ہو نہ یہ کہ ایک دفعہ کوئی قربانی کی اور پھر رک گئے۔ ایسی قربانی کوئی قربانی نہیں۔ قربانی وہی ہے جس سے آئندہ کے لئے تحریک پیدا ہو۔ پس میں جہاں باہر کی جماعتوں کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ قربانیاں کرنے میں صحابہ کا نمونہ دکھائیں۔ وہاں میں قادیان

والوں کو بھی کہتا ہوں کہ وہ بھی باہر والوں کے لئے نمونہ بننے کی کوشش کریں اور اخراجات جلسہ میں کم از کم پچیس فیصد کے حساب سے حصہ لیں۔ قادیان والوں کی حیثیت چونکہ میزبان کی ہے۔ اس لئے میں انہیں یہ کہہ رہا ہوں۔ اگر اس تحریک کے ہوتے ہی سب لوگ اپنا اپنا چندہ ادا کر دیں۔ تو ایک مہینے کے اندر اندر سب سامان بہم پہنچ سکتے ہیں اور جلسے کے کارکن جلسے کا انتظام جلد اور سہولت کے ساتھ عمدہ طریق پر کرسکتے ہیں۔

باہر کے لوگوں کے لئے تو میں یہ پسند کرتا ہوں کہ ان میں سے جو ذی ثروت ہیں۔ وہ اخراجات جلسہ میں حصہ لیں۔ مگر قادیان کے لوگوں سے میں یہ کہتا ہوں کہ چونکہ وہ میزبان ہیں اور میزبان پر بہ نسبت مہمان کے زیادہ حقوق ہوتے ہیں۔ اس لئے انہیں چاہیے کہ سب کے سب مہمان نوازی میں شریک ہوں اور نہ صرف خود بلکہ اپنے بچوں اور اپنی عورتوں کو بھی اس میں شامل کریں تاکہ وہ سب میزبان بنیں۔ چندہ میں بھی ان کو شامل کریں اور مہمانوں کی خدمت کرنے میں بھی اور ان میں سے کوئی باہر نہ رہے۔ بلکہ قادیان کا ہر فرد اس میں شامل ہو۔ پس میں پھر کہتا ہوں کہ قادیان کے دوست چار ہزار روپیہ جو آٹے کے لئے تجویز کیا گیا ہے۔ جلدی ادا کر دیں تاکہ میزبانی کی حیثیت کو قائم رکھ سکیں۔

میں اس دعا کے ساتھ یہ خطبہ ختم کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہمارے ایمانوں میں ترقی دے۔ اللہ کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا ہو اور قائم رہے۔ اس کی محبت کے سامنے کوئی محبت باقی نہ رہے اور اس کی محبت میں کوئی کمی نہ پیدا ہو۔ ہم عہد بیعت کو پورا کرنے والے بنیں اور جیسا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیں بنانا چاہتے تھے بنیں۔ ہم ان کاموں کو جاری رکھنے والے ہوں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جاری کئے اور ان کاموں کو کرنے والے بنیں جو آپ نے بتائے اور کئے۔ ہم خائن نہ بنیں کہ کہیں تو کچھ اور اعمال کچھ اور ہوں بلکہ ہم دیانتدار بنیں تاکہ جو کہیں اسی کے مطابق کریں۔ خدا تعالیٰ ہمارے کاموں میں برکت ڈالے اور ترقیات بخشے اور قربانیاں کرنے کے لئے انشراح صدر عطا فرمائے۔ آمین

(الفضل ۱۲ نومبر ۱۹۲۵ء)

۱۔ بخاری و مسلم بروایت مشکوۃ کتاب جامع المناقب